ترک جامعات میں اردو زبان و ادب کی تدریس

ڈاکٹر عظمت رباب

Dr. Azmat Rubab

Assistant Professor, Department of Urdu,
Lahore College For Women University, Lahore

ڈاکٹر محمد خاں اشرف

Dr. Muhammad Khan Ashraf

Chairman, Department of Urdu
Lahore Garrison University, Lahore.

Abstract:

The teaching of Urdu was started in Turkey in 1915. Istanbul University was the pioneer in this effort. The love of Turks for Urdu was the basic reason. During the last one hundred years, the teaching of Urdu language and literature has spread and so there are the full fledged Urdu departments in three Turkish universities i.e., Istanbul, Ankara and Konia. Department of Urdu, Istanbul University, in collaboration with Istanbul City Govt. held an International seminar to commemorate 100 years of Urdu teaching on 12-14 Oct 2015. Dr. Azmat Rubab and Dr. M. K. Ashraf participated in this Seminar. This paper was presented during this Seminar. It gives a survey of the Urdu language and literature teaching carried out in these Universities during this period.

ترک قوم وسطی ایشیا کے اس علاقے سے تعلق رکھنے والی خانہ بدوش اور جنگجو قوم تھی جسے ترکستان کے نام سے جانا جاتا تھا۔ ترکوں کی سرزمین نے برصغیر، مغربی ایشیا اور مشرقِ وسطی کی تاریخ میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ تاریخ نے انھیں چھٹی صدی ہجری میں بت پرست مذہب سے تعلق رکھنے والی قوم

کے طور پر شناخت کیا ہے، آنے والے زمانے میں جنھوں نے اسلام قبول کر لیا۔ پھر ایک زمانہ وہ آیا جب انھوں نے منچوریا سے افریقہ اور شمال میں اپس سے جنوب میں بحیرۂ ہند تک ایک مضبوط سلطنت قائم کر لی۔

بھارت کا عظیم حکمران کنشکا بھی ترک تھا۔ الپتگین، سبکتگین اور محمود غزنوی سمیت تمام ترک تھے جنھوں نے غزنی اور شمالی ہندوستان میں مسلم حکومتوں کا سنگِ بنیاد رکھا۔ سلجوقیوں نے تیرہویں صدی کے اختتام تک وسطی ایشیا میں حکومت کی۔ تیرہویں صدی کے وسط میں ایک ترک سپہ سالار الطغرل نے بڑھتے ہوئے منگولوں کو شکست دینے کے لیے سلجوقی حکمران کیقبادکی مدد کی۔ بادشاہ نے انعام کے طور پر اسے صوبہ ایسکی شہر عطا کیا۔ الطغرل کے بیٹے عثمان نے اس سلطنت کو وسعت دی اور اس سلطنت کی بنیاد رکھی جو بعد میں سلطنتِ عثمانیہ کے نام سے معروف ہوئی۔ ۱۴۵۳ء میں سلطان محمد دوم نے استنبول فتح کیا۔ اس طرح بازنطینی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس نے سربیا، بوسنیا سمیت بحیرہ اسود کے اطراف کے علاقوں کو فتح کیا۔

سلطنتِ عثمانیہ کا دسواں حکمران سلیمان عالیشان تھا۔ اس نے اپنے عہدِ حکومت میں اسلامی حکومت کو یورپ، ایشیا اور افریقہ تک وسعت دی۔ اس وقت چار دانگ عالم میں سلطنتِ عثمانیہ کا شہرہ تھا لیکن یہاں سے یہ عروج زوال کی طرف بھی بڑھنے لگا، معاشی بحران نے وہاں سیاسی اور سماجی پستی کو جنم دیا۔ سلیمان کے انتقال کے بعد ۲۰ حکمرانوں میں سے پانچ کو نااہلی پر برطرف کر دیا گیا، باقیوں کو قتل کر دیا گیا۔ یوں بادشاہت مستقل زوال کا شکار رہی۔

پہلی جنگِ عظیم جرمنی کی شکست پر اختتام پذیر ہوئی، اس صورت حال کے پیشِ نظر ترک حکمرانوں نے جنگ سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اسے سلطنتِ عثمانیہ کا اختتام ہی کہا جائے گا جس کے بہت سے صوبوں پر اتحادیوں نے قبضہ کر لیا۔ انھوں نے استنبول پر بھی قبضہ کر لیا، یونانیوں نے ازمیر پر حملہ کیا۔ سب نے ترکی کا ساتھ چھوڑ دیا، گو کہ ترکی ایک خودمختار ملک تھا، سب کے ساتھ چھوڑنے کے باوجود ترکوں نے شکست تسلیم نہیں کی، انھوں نے مصطفیٰ کمال پاشا کی قیادت میں دوبارہ جنگ کو جاری رکھا، فتح پائی اور ترکی کو ترقی کے راستے پر گامزن کیا۔ نتیجتاً سلطنتِ عثمانیہ کا خاتمہ ہوا، سلطنتِ عثمانیہ کے آخری حکمران نے شکست تسلیم کی اور ترکی کو عوامی جمہوریہ قرار دے دیا گیا۔ مصطفیٰ کمال پاشا اس کے پہلے صدر منتخب ہوئے اور انھیں اتاترک کا خطاب دیا گیا جس کا مطلب ہے ترکوں کا باپ۔ ملک میں اصطلاحات کا نفاذ کیا گیا اور اسے ترقی کی نئی راہوں پر گامزن کیا گیا۔

متحدہ ہندوستان کے مسلمانوں نے ایک مدت تک سلطنتِ عثمانیہ کی پیروی کی اور ترکوں کو مشعلِ راہ بنایا۔ ترکی اور ترک قوم ایک مدت تک تحریکِ خلافت کے ساتھ وابستہ رہے۔ متحدہ ہندوستان کے مسلمانوں نے اس تاریک دور میں ترکی کو ہر طرح سے اخلاقی و مادی امداد فراہم کی جسے ترک قوم آج بھی انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ متحدہ ہندوستان کے ادیبوں اور دانش وروں نے اس تمام عرصہ میں

ترک قوم کا بھرپور ساتھ دیا۔ سرسید احمد خاں اور دیگر نے ترکی اور ترکوں پر متعدد مضامین لکھے جو ''تہذیب الاخلاق'' میں شائع ہوئے۔ مولانا شبلی نعمانی نے ترکی اور دیگر علاقوں کا سفر کیا اور یہاں کے حالات اپنے سفرنامہ ''سفرنامہ روم ومصروشام'' میں قلم بند کیے۔ یہ تمام علاقے اس وقت سلطنتِ عثمانیہ کا حصہ تھے۔ سجاد حیدر یلدرم نے ترکی افسانے کو اردو میں متعارف کرایا، وہ کچھ عرصہ استنبول میں رہے، ترکی زبان سیکھی اور بغداد میں ترکی کی تدریس کی۔ انھوں نے ترکی ادب سے بہت سے تراجم کیے، اردو افسانے کے سنگِ بنیاد میں ترکی فکشن کو شامل کیا۔ ترکی کے قومی شاعر محمد عاکف ارصوئی، اقبال کے ہم عصر اور ہم خیال تھے اور اسلامی فکر کے علمبردار تھے، وہ اگرچہ اردو نہیں جانتے تھے لیکن اقبال کی فارسی شاعری کے توسط سے انھوں نے اقبال کے کلام کو ترکی میں متعارف کرایا۔

ہندوستان کے مسلمان ادیبوں نے متعدد داستانوں میں ترکی روایات اور کرداروں کو پیش کیا ہے۔ ''فسانۂ آزاد'' کے مرکزی کردار نے ناول میں ترکوں کی امداد کے لیے بلقان کا سفر کیا۔ دو بھائیوں عبدالستار خیری اور عبدالجبار خیری، جو اردو کے عظیم ناول نگار مولوی نذیر احمد کے بھتیجے تھے، انھوں نے پہلی جنگِ عظیم کے دوران میں استنبول کا سفر کیا اور وہاں سے ایک ہفت روزہ رسالہ ''اخوت'' جاری کیا۔ اس کے ۹۸ شمارے ۱۹۱۵ سے ۱۹۱۷ء کے درمیان شائع ہوئے۔

استنبول میں اردو تدریس کا آغاز ۱۹۱۵ء میں ہوا، استنبول یونیورسٹی کے شعبہ اردو نے اردو زبان وادب کی درس وتدریس اور اس کی ترویج کے لیے بہترین کردار ادا کیا۔ مندرجہ ذیل دانشوران اس عظیم الشان یونیورسٹی کے شعبہ اردو زبان وادب میں کام کرتے رہے ہیں:

ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار ۱۹۸۵ء میں اردو چیئر پر صدر شعبہ تعینات رہے۔ انھوں نے پانچ سال اس مسند پر گزارے، ظفر حسن ایبک کی کتاب ''خاطرات'' کو مرتب کیا۔ ترک سکالر زینب اوزان کے ساتھ مل کر ایک کتاب ''ترکی کے ذریعے اردو سیکھیے'' کے عنوان سے مقتدرہ قومی زبان سے شائع کرائی۔

استنبول یونیورسٹی کے شعبہ اردو کے سربراہ ڈاکٹر خلیل طوقار نے کلامِ اقبال اور خطوطِ اقبال کے تراجم اور ترکی اردو لغت مرتب کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ اقبال کی شاعری کے انتخاب پر مشتمل کتاب ۱۹۹۹ء میں شائع ہوئی۔ ۲۰۰۱ء میں اقبال کی کتاب Stary Reflections کا ترکی ترجمہ استنبول سے شائع ہوا۔ انھوں جاوید نامہ، خطوطِ اقبال کا ترجمہ بھی کیا اور اقبال کی شاعری اور فکر پر ان کے بہت سے مقالات شائع ہو چکے ہیں۔ اردو افسانوں کے ترجموں پر مشتمل ایک انتھالوجی بھی چھپ چکی ہے۔ ان کے علاوہ متعدد کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ اگر کتابوں کو شمار کیا جائے تو تعداد تین درجن تک پہنچتی ہے۔ متعدد کانفرنسوں میں وہ اقبال پر مقالات پیش کر چکے ہیں۔ ڈاکٹر درمش بلگور نے ترکی اردو لغت کے سلسلے میں تحقیق کی۔

انقرہ یونیورسٹی نے ۱۹۵۶ء میں اردو کی باقاعدہ تدریس کا آغاز کیا۔ اسی سال حکومتِ

پاکستان نے انقرہ یونیورسٹی میں اردو چیئر قائم کی۔ پاکستان کی طرف سے درج ذیل دانشور اس چیئر کے لیے منتخب ہوئے۔

ڈاکٹر داؤد رہبر	دو سال
ڈاکٹر طاہر فاروقی	دو سال
ڈاکٹر حنیف فوق	سات سال
ڈاکٹر عبادت بریلوی	دو سال
ڈاکٹر اے۔ بی اشرف	سات سال
ڈاکٹر انوار احمد	چار سال
ڈاکٹر سعادت سعید	پانچ سال
ڈاکٹر میاں مشتاق	ایک سال

انقرہ یونیورسٹی شعبہ اُردو کے دانشوروں نے مختلف موضوعات پر باقاعدہ تحقیق کی، انھوں نے اردو زبان و ادب کی تدریس میں شاندار روایات قائم کیں۔ ان کا نام اردو تحقیق و تدریس کے بانیوں کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔

ڈاکٹر شوکت بولو ۱۹۶۴ء میں شعبہ اُردو سے وابستہ ہوئے۔ انھوں نے پنجاب یونیورسٹی میں پانچ سال تعلیم حاصل کی اور ایم۔اے اسلامیات اور ایم۔اے عربی کیا، دمشق اور بغداد میں بھی تحصیلِ علم کے لیے گئے۔ انقرہ یونیورسٹی سے پی ایچ۔ڈی اردو ادب میں کی۔ ان کیمقالے کا عنوان ہے ''اردو نثر کا زریں دور''۔ انھوں نے اردو سے ترکی میں متعدد تراجم بھی کیے ہیں۔ مرحومہ ڈاکٹر سلمیٰ بنلے نے گریجوایشن، ایم۔اے اور پی ایچ۔ڈی انقرہ یونیورسٹی کے شعبہ اُردو سے کی۔ ان کا پی ایچ۔ڈی مقالہ اُردو شاعری کے زریں دور پر تھا۔ ڈاکٹر گلیسرین ہالی جی نے گریجوایشن، ایم۔اے اور پی ایچ۔ڈی اسی شعبے سے کی۔ ان کے ایم۔اے مقالہ کا عنوان ''تزکِ جہانگیری کے بنیادی موضوعات'' اور پی ایچ۔ڈی مقالے کے عنوان ''جنوبی ایشا میں مغلوں کا ثقافتی اور علمی ورثہ'' ہے۔

ڈاکٹر اے۔ بی اشرف ''غالب اور اقبال''، ''میر، غالب اور اقبال۔ تقابلی مطالعہ''، ''کچھ نئے اور پرانے شاعر''، ''اردو ڈراما اور آغا حشر''، ''ذوقِ دشت نوردی'' (ترکی اور دیگر ممالک کا سفرنامہ)، ''مسائلِ ادب۔ تنقید اور تجزیہ'' سمیت متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔ ۱۹۸۸ء کو انقرہ یونیورسٹی ترکی میں ''اردو و پاکستان سٹڈیز چیئر'' کے لیے تقرر ہوا، اور یہاں کے حسن اور ذوق نے انھیں ایسا اسیر کیا کہ یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ انھوں نے انقرہ یونیورسٹی کے شعبہ اردو کو ترقی اور ترویج دی، انھوں نے یہاں ایم۔اے اور پی ایچ۔ڈی کے کورس ورک کے نصاب مرتب کیے اور متعدد مقالات کی نگرانی کی اور اس شعبے کو علمی و ادبی طور پر مالا مال کر دیا۔ ترکی افسانوں کا مجموعہ ''ایک عورت'' کے عنوان سے

ڈاکٹر نثار احمد اسرار سے ترجمہ کرایا، اس پر ایک مبسوط مقدمہ اور دیباچہ لکھا اور نظر ثانی بھی کی۔ ''انقرہ یونیورسٹی کے شعبہ اردو کی خدمات''، ''اقبال اور ترکمانِ سخت کوش''، ''ڈاکٹر شوکت بولو کی خدمات'' سمیت متعدد مقالات ترکی اور پاکستان کے وقیع جریدوں میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ انھوں نے کمال اتاترک کی مشہور تقریر اور تصنیف ''نطق'' کا اردو ترجمہ پروفیسر ڈاکٹر جلال الدین صوئیدان کے ساتھ مل کر کیا ہے۔ اردو اور ترکی کے حوالے سے ان کا ایک بنیادی اہم کام ''اردو ترکی، ترکی اردو لغت'' ہے۔ یہ بھی جلال صوئیدان کے اشتراک سے مرتب کی گئی۔ اس سے قبل جو لغات مرتب کی گئیں وہ ترکی اردو لغات تھیں۔ ان کی یہ کاوش اس حوالے سے اولیت کا درجہ رکھتی ہے۔

ڈاکٹر جلال الدین صوئیدان نے اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی لاہور سے اردو زبان میں جونیئر، سینئر ڈپلومہ حاصل کیا، ایم۔اے اردو بھی یہیں سے کیا، مقالے کا عنوان تھا ''ترکی میں مطالعۂ اقبال''۔ انقرہ یونیورسٹی سے پی ایچ۔ڈی کی۔ اردو کے معروف افسانوں کا ترکی میں ترجمہ کیا۔ اقبال اور ترکی کے قومی شاعر محمد عاکف ارصوئی کی باہمی مماثلتوں پر مقالہ لکھا۔ اقبال اور غالب کے جملہ اردو کلام کو ترکی میں منظوم کر چکے ہیں۔

ڈاکٹر آسمان بیلن اوز جان نے اورینٹل کالج لاہور سے اردو زبان کا ڈپلومہ حاصل کیا۔ انقرہ یونیورسٹی سے ایم۔اے اردو کیا۔ پی ایچ۔ڈی کا مقالہ پروین شاکر کی حیات اور شاعری پر لکھا۔ اب وہ پروفیسر اور انقرہ یونیورسٹی شعبہ اردو کی صدر (چیئر پرسن) ہیں۔ ان کی مطبوعات کی تعداد بھی کافی زیادہ ہے۔

سلجوق یونیورسٹی قونیہ کا شعبہ اردو ایک ترقی یافتہ شعبہ ہے۔ درج ذیل دانشوروں نے اس جامعہ میں اردو کے فروغ کے لیے نمایاں خدمات انجام دیں:

۱۔ ڈاکٹر ایرکن ترکمان کی مساعی سے شعبہ اردو قائم ہوا، ڈاکٹر اے۔بی اشرف ان کی اردو خدمات کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

> ''ایرکن ترکمان بے ایک نامور محقق اور نقاد ہیں اور ترکی میں اردو زبان و ادب کے پہلے اور اب تک واحد پروفیسر ہیں۔ پاک و ہند کے مقتدر جریدوں میں ان کے تحقیقی مقالات شائع ہو چکے ہیں۔ مولانا رومی پر ان کی ایک کتاب نے عالمی شہرت حاصل کی ہے۔ انھوں نے شعبے میں اردو تدریس کے لیے ایک کتاب مرتب کی ہے۔ اسی طرح ''اردو ادب میں شاعری کا ارتقا'' ان کی ایک اہم کتاب ہے۔ اس میں انھوں نے محمد قلی قطب شاہ سے لے کر افسر ساجد تک کی شاعری پر تبصرہ کیا ہے اور اشعار کے نمونے بھی دیے ہیں۔ اس کے علاوہ انھوں نے اردو گرامر پر بھی ایک کتاب ترکی زبان میں لکھی ہے جو بہت مفید ہے۔''(۱)

۲۔ نوریئے بلک نے ''سجاد حیدر یلدرم۔ حیات اور کارنامے'' کے موضوع پر پی ایچ۔ڈی

مقالہ لکھا۔ انھوں نے ''اردو ترکی گرامر کی مشابہتیں''، ''سودا۔ حیات اور کارنامے'' اور ''ترکی اور اردو میں بعض مشترک جملے'' سمیت متعدد عنوانات پر مقالات تحریر کیے ہیں۔

۳۔ ڈاکٹر خاقان قیوم جو نے انقرہ یونیورسٹی سے گریجوایشن اور سلجوق یونیورسٹی سے ایم۔اے اردو اور پی ایچ۔ڈی انقرہ یونیورسٹی سے کی۔ ''اردو ڈرامے کا ارتقا اور آغا حشر''، اسد اللہ خاں غالب اور ان کی شاعری'' اور ''محمد علی جناح اور اتاترک'' جیسے موضوعات پر مقالات تحریر کیے ہیں۔

۴۔ ڈاکٹر درمش بلغور نے انقرہ یونیورسٹی سے گریجوایشن، ایم۔اے اور پی ایچ۔ڈی کیا۔ سلجوق یونیورسٹی میں ریسرچ سکالر مقرر ہوئے۔ آج کل پنجاب یونیورسٹی لاہور میں رومی چیئر پر تعینات ہیں۔

۵۔ احمد نواز، شعبہ اردو کو ایک پاکستانی استاد احمد نواز کی خدمات بھی حاصل رہیں۔ انھوں نے ڈاکٹر اریکن ترکمان کے ساتھ مل کر شعبے کی پیش رفت میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ وہ یہاں کے سیمیناروں میں شرکت کرتے رہے۔ ان کے مضامین ترکی اور اردو کے حوالے سے پاکستان کے جریدوں میں شائع ہوئے۔ استنبول، انقرہ اور قونیہ یونیورسٹیوں میں پی ایچ۔ڈی اور ایم۔اے کی سطح پر بڑی تعداد میں مقالات تحریر کیے گئے۔ ان تمام کاوشوں نے اردو تحقیق، تراجم، فکشن اور تاریخ کو بھرپور ترقی دیتے ہوئے اردو کو سمجھنے کا موقع فراہم کیا ہے۔

پاکستان کے پہلے سفیر میاں بشیر احمد تھے، جن کی وجہ شہرت رسالہ ''ہمایوں'' کے مدیر کی تھی۔ انھوں نے پاکستان ایمبیسی کی طرف سے جریدہ ''پاکستانی پوستسی'' شائع کیا۔ اس جریدے میں مضامین دونوں زبانوں ترکی اور اردو میں ہوتے تھے۔ بڑا موضوع اقبال اور رومی تھا۔ ایمبیسی کے تحت تنظیم ''ترکیہ پاکستان ثقافتی انجمن'' بنائی گئی جس کے تحت باقاعدگی سے یوم اقبال منایا جانے لگا جس کی کارروائی کو کتابی شکل میں شائع کیا جانے لگا۔ اس سلسلے میں میاں بشیر احمد کی مرتبہ ''رومی و اقبال'' شائع کی گئی۔

ڈاکٹر نثار احمد اسرار آر سی ڈی کے سکالرشپ پر ۱۹۶۵ء میں ترکی آئے، انقرہ یونیورسٹی سے ۱۹۶۷ء میں ایم۔اے اردو اور ۱۹۷۱ء میں استنبول یونیورسٹی کلیہ فنون سے پی ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ وہ پاکستانی سفارت خانے میں بطور مترجم اور افسر اطلاعات وابستہ رہے۔ انھوں نے ترکی میں علم و ادب کو متعارف کرانے میں بہت سرگرمی سے کام کیا ہے۔ ترکی تصنیفات پر مقالات اور تراجم مختلف رسائل میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ ترکی افسانوں کے اردو تراجم پر مشتمل کتاب ''ایک عورت'' ڈاکٹر اے۔ بی اشرف کی ترغیب اور تشویق پر لکھی جو سنگ میل پبلی کیشنز لاہور سے شائع ہوئی۔ وہ ترک زبان پر عبور رکھتے ہیں۔ یعقوب مغل، شریف الحسن اور ڈاکٹر شکیل اختر بھی سفارت خانے سے منسوب رہے اور انھوں نے ترکی میں اردو کی تفہیم اور فروغ کے لیے کام کیا۔

ترکی میں درج ذیل موضوعات پر بھی کام کیا گیا:

ترکی میں مطالعۂ اقبال

اقبال پر تنقیدی کام
اقبال کی تصانیف کے تراجم
ترکی اردو اور اردو ترکی لغت
اردو شاعری اور افسانوی ادب کے ترکی میں تراجم

درج بالا موضوعات اور تصانیف کو انگریزی، فارسی اور اردو سے ترکی میں ترجمہ کیا گیا۔ ترکوں نے دنیا بھر کے علوم کو ترکی زبان میں منتقل کرنے کی تحریک شروع کی لیکن ان کی تعلیم وتدریس کی زبان ترکی ہے۔ وہ کسی دوسری زبان کے علم کو بھی سیکھتے ہیں تو تحریر میں ترکی ہی کو استعمال کرتے ہیں۔ ترک دنیا کی ہر زبان اور ٹیکنالوجی سیکھنے کے لیے کوشاں ہیں لیکن انھوں نے بطور ایک قوم اپنی زبان کو اولین اہمیت دی، اور دیگر زبانوں کے زبان وادب، تاریخ وسیاست، تہذیب ومعاشرت کو اپنی زبان میں منتقل کیا۔ یہ کام انفرادی سطح پر بھی ہوا اور جامعات کی سطح پر بھی۔ حکومتی سرپرستی بھی اس میں شامل رہی اور افراد کی اپنی ذاتی دلچسپیاں بھی۔ صغریٰ بیگم اپنے مضمون ''ترکی اردو تراجم'' میں لکھتی ہیں:

> ''ترک قوم اپنی زبان پر مرمٹتی ہے۔ وہ اس کی کمی کجی دور کرنے کے لیے کسی حد تک جاسکتی ہے۔ ترک زبان کو اپنا تعارف وتشخص کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اس لیے دنیا کا ہر علم اس میں لانا چاہتے ہیں۔ ان کا ذریعۂ تعلیم صرف اور صرف ترکی ہے۔''(۲)

ڈاکٹر شوکت بولو نے ایم۔اے کے طالب علموں سے متعدد سیاسی، ادبی اور لسانی تراجم کرائے۔ تاریخ میں تزکِ جہانگیری، تزکِ بابری، تاریخِ پاکستان، تحریکِ پاکستان، انھوں نے شیخ محمد اکرام کی آبِ کوثر، موجِ کوثر اور رودِ کوثر کے تراجم کیے۔ رام بابو سکسینہ، حامد حسن قادری کی تاریخوں کے ترکی تراجم بھی کیے۔ علمی وادبی کتابوں کے علاوہ تاریخی، سیاسی اور سوانحی کتب کے تراجم بھی کیے ہیں جن میں ''زبان کیا ہے'' (پروفیسر خلیل صدیقی)، ''منٹو کی بیس کہانیاں'' (مرتبہ اے۔بی اشرف اور انوار احمد)، ''ملتان کی ادبی اور تہذیبی زندگی میں صوفیائے کرام کا حصہ'' (ڈاکٹر روبینہ ترین) اور ''بانگِ درا'' کے تراجم شامل ہیں۔ ایک ضخیم ترکی اردو لغت بھی ترتیب دی ہے۔ ان کی خدمات کے صلے میں حکومتِ پاکستان نے انھیں ''تمغۂ پاکستان'' سے نوازا ہے۔ قاضی سجاد حسین نے مثنوی مولانا روم کا ترجمہ کیا ہے۔ ترکوں کو اقبال سے گہری وابستگی ہے۔ ڈاکٹر اے۔بی اشرف لکھتے ہیں:

> ''ترکی اور ترکوں میں علامہ اقبال سے تعلق خاطر ایک سبب یہی ہے کہ خود اقبال نے ان کے ساتھ اپنی محبت اور تعلقِ خاطر کا اظہار برملا کیا اور اپنی تخلیقات میں ان کو خراجِ تحسین بھی پیش کیا اور ان کا دل بھی بڑھایا۔''(۳)

اقبال نے اپنے کلام میں ترک قوم کی تعریف کی اور سیاسی مدوجزر پر گہری نظر رکھی، انھوں

نے ترک قوم کی شجاعت اور بہادری کی تعریف کی۔ ترکوں کے سیاسی بحران اور پھر اس پر قابو پا لینے تک کے تمام مراحل کا جائزہ لیا جس کے نتیجے میں متعدد نظمیں اور غزلیں تخلیق کیں جن میں شکوہ، جوابِ شکوہ، شمع و شاعر، خضرِ راہ، فاطمہ بنتِ عبداللہ، خطاب بہ مصطفیٰ کمال پاشا سمیت دیگر نظموں و غزلوں میں ترکوں کی حریت پسندی کو سراہا ہے:

> ''اقبال کو ترکی اور عرب دنیا میں متعارف کرانے کا اولین کریڈٹ ترکی کے قومی شاعر محمد عاکف ارصوئے کو جاتا ہے جو اقبال کے معاصر اور ترکی کے دورِ انقلاب کے شاعر تھے۔ ترکی کا قومی ترانہ بھی انھی کی تخلیق ہے۔ اقبال اور عاکف کے خیالات میں گہری مماثلت پائی جاتی ہے۔ محمد عاکف نے اپنے مجموعہ ''صفحات'' جو سات کتابوں پر مشتمل ہے، اقبال کی نذر کر کے خراجِ تحسین پیش کیا۔ اقبال کے کلام میں بھی محمد عاکف کا ذکر ملتا ہے۔ گویا دونوں ایک دوسرے کے کلام سے واقف تھے۔ شروع میں اقبال کی فارسی شاعری ہی کا تعارف ترکی میں ہوا۔''(۴)

کلامِ اقبال، تصانیفِ اقبال اور خطباتِ اقبال کے ترکی تراجم کیے گئے۔ ڈاکٹر این میری شمل انقرہ یونیورسٹی کے شعبۂ الٰہیات سے وابستہ تھیں۔ ترکی زبان پر عبور رکھتی تھیں، انھوں نے ''جاوید نامہ'' کا ترجمہ ۱۹۵۸ء میں کیا، اس ترجمے میں تشریح کا حصہ بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اس کے چار سال بعد ۱۹۶۲ء میں ''جاوید نامہ'' کا منظوم ترجمہ حسین پرویز خاتمی نے کیا۔ ڈاکٹر علی نہار تارلان نے ''پیامِ مشرق'' کا ترجمہ کیا جو پہلی بار انقرہ سے ۱۹۶۳ء میں اور دوسری بار استنبول سے ۱۹۶۵ء میں شائع ہوا۔ انھوں نے ''اسرار و رموز'' کا ترکی ترجمہ کیا جو مع تفصیلی مقدمہ ۱۹۵۸ء میں شائع ہوا۔ ''پیامِ مشرق'' اور ''زبورِ عجم''، ''ضربِ کلیم'' اور ''ارمغانِ حجاز'' کے منتخب حصوں کا ترجمہ کیا، مسافر، پس چہ باید کرد اے اقوامِ مشرق، اور بندگی نامہ کے تراجم بعنوان ''ڈاکٹر محمد اقبال کے تین مجموعے'' ۱۹۷۶ء میں شائع ہوئے۔ حکومتِ پاکستان کی طرف سے ان کی خدمات پر انھیں ''نشانِ پاکستان'' سے نوازا گیا۔ پروفیسر عبدالقادر کارا خاں نے ترک اخبار Vaten Gezetsi میں مضمون ''اقبال اور ہمارے مولانا'' میں اقبال کے اشعار کا ترک ترجمہ پیش کیا، انھوں نے اقبال کے مجموعوں سے انتخاب کر کے بعنوان ''ڈاکٹر محمد اقبال اور ان کے کلام سے انتخاب'' ترکی میں ترجمہ کیا جو ۱۹۷۴ء میں شائع ہوا۔

جامعات میں تحقیقی سطح کے مقالات کے لیے ''جاوید نامہ''، ''پیامِ مشرق''، ''اسرارِ رموز''، ''گلشنِ رازِ جدید''، ''ضربِ کلیم''، ''مسافر''، ''بالِ جبریل'' اور ''اسرارِ خودی'' کے ترکی تراجم کیے گئے۔ نثر میں خطباتِ اقبال، فلسفہ عجم اور مکاتیبِ اقبال کے تراجم کیے گئے۔ آر سی ڈی کے ناظم جناب ظفر حسن ایبک، صوفی حوری اور پاکستانی سفارت خانے کے ترجمان احمد اسرار نے خطباتِ اقبال کے تراجم کیے۔

اقبال کے افکار، سوانح اور نظریات پر تحقیقی مقالات تحریر کیے گئے۔

انقرہ یونیورسٹی کے صدر شعبہ اردو جلال صوئیدان کا ایم۔اے اور پھر پی ایچ۔ڈی دونوں کا موضوع تحقیقِ اقبال ہے۔ جلال صوئیدان کا پی ایچ۔ڈی مقالہ کا عنوان ''اردو تصانیفِ اقبال کا جائزہ'' تھا جو انھوں نے انقرہ یونیورسٹی سے ۱۹۹۹ء میں کیا۔ ایم۔اے کا مقالہ بعنوان ''ترکی میں مطالعۂ اقبال'' شعبہ اردو پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ۱۹۹۳ء میں تحریر کیا۔ اتا ترک حکومت کی سات سالہ کارکردگی رپورٹ کا ترجمہ ''نطق'' کے عنوان سے ڈاکٹر اے۔ بی اشرف اور ڈاکٹر جلال الدین صوئیدان نے اردو میں کیا۔'' انھوں نے اس یادگار تقریر کو اردو کا جامہ پہنا کر ترکی میں ایک اردو متن کا اضافہ کر دیا۔

ترکی اردو اور اردو ترکی لغت کے حوالے سے بھی بنیادی کام کیا گیا ہے۔ ایک نے عبیداللہ سندھی کے ساتھ مل کر ترکی اردو لغت مرتب کیا، غلام حسین ذوالفقار کا ترکی اردو لغت محکمہ تعلیمات پاکستان نے شائع کرایا تھا۔ ڈاکٹر اے۔ بی اشرف اور ڈاکٹر جلال الدین صوئیدان کا لغت اس حوالے سے پہلا ہے کہ انھوں نے اردو ترکی لغت مرتب کیا جو مقتدرہ سے ۲۰۰۹ء میں شائع ہوا۔ اس کے بعد اردو ترکی، ترکی اردو لغت ڈاکٹر اے بی اشرف اور جلال الدین سوئیدان نے مل کر مرتب کیا۔

ترکی نے پاکستان، اردو اور اقبالیات سے دلچسپی کا جو عملی مظاہرہ ادبی، سماجی، سیاسی اور معاشرتی سطح پر کیا ہے، اس پر اہلِ پاکستان اور اہلِ اردو ان کی کاوشوں کے معترف ہیں۔ پاکستانی جامعات میں دیگر زبانوں سمیت ترکی زبان کے شعبے موجود ہیں، انھیں ترقی اور فروغ دینے کے لیے دونوں ممالک کی جامعات کے اردو ترکی شعبوں میں رابطے سے دونوں زبانوں اور ادب کو مزید وسعت دی جا سکتی ہے۔

نوٹ: استنبول یونیورسٹی میں منعقدہ سیمینار (۱۱/اکتوبر سے ۱۳/اکتوبر ۲۰۱۵ء) بعنوان ''ترکی میں اُردو کی تدریس کے ۱۰۰ سال'' کے موضوع پر پڑھا گیا۔

حوالہ جات

۱۔ اے۔ بی اشرف، ڈاکٹر، ترکی میں اردو، مشمولہ: بیرونِ ممالک میں اردو، مرتبہ: انعام الحق جاوید، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ص:۶۶

۲۔ صغریٰ بیگم، ترکی اردو تراجم، مشمولہ: تحقیقی زاویے، الخیر یونیورسٹی، بھمبر، شمارہ ۶، جولائی۔ دسمبر ۲۰۱۵ء، ص:۷۰

۳۔ ڈاکٹر اے۔ بی اشرف، ترکی میں اقبالیات کا مطالعہ

۴۔ ڈاکٹر اے۔ بی اشرف، ترکی میں اقبالیات کا مطالعہ، ص:۳

☆......☆......☆